

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لمعت

(اسلامی نظام مملکت)

طلوع اسلام میں اسلام، اسلامی نظام، اسلامی مملکت وغیرہ موضوعات پر اس تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے کہ اگر اسے یک جا کر دیا جائے تو اس سے کئی مجلدات مرتب ہو جائیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم سے تقاضا کیا جا رہا ہے کہ ان عنوانات کا مختص عام فہم الفاظ میں مختصر طور پر اس انداز سے لکھ دیا جائے کہ اس اہم ترین موضوع کے تمام گوشے بیک نظر سامنے آجائیں۔ ان تقاضوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان سوالات کے سلسلہ میں ملک میں اس قسم کی بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں کہ ان سے ذہنوں میں سخت الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ الجھاؤ ہے جسے دور کرنے کے لئے ہم سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ان حقائق کو مختصر الفاظ میں پیش خدمت قارئین کو دیا جائے تاکہ ان کی پیمائش دور ہو جائے۔

۱) اسلام کیا ہے

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ اسلام کیا ہے۔ اس لئے کہ جب تک اس سوال کا متعین جواب سامنے نہ آجائے اسلامی نظام، اسلامی مملکت، اسلامی قوانین وغیرہ سے متعلق کوئی بات سمجھ میں نہیں آسکے گی۔ قرآن کریم نے اس سوال کا متعین جواب ایک مختصر سی آیت میں یہ کہہ کر دے دیا ہے کہ

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ (۲۴۱)

جو لوگ خدا کی طرف سے نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔ وہ کافر ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ خدا کی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق فیصلے نہ کرنے کو کفر کہا جاتا ہے اور اس کے مطابق فیصلے کرنے کا نام اسلام ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے اعلان کیا تھا کہ اَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (۲۴۲)۔ میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔ تو اس لئے کہ آپؐ کو حکم دیا گیا تھا کہ تَحْكُمُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ (۲۴۳)۔ تم ان لوگوں کے معاملات کے فیصلے اللہ کی کتاب کے مطابق کیا کرو۔ اور حضورؐ نے لوگوں سے ہر ملامت اور شاد فرما دیا کہ

أَفْعَيْزُ اللَّهِ أَبْغَىٰ حَكْمًا ذَٰلِكَ هُوَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا۔ (۲۴۴)

کیا میں خدا کے یہو کسی اور کو حاکم تسلیم کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کر دی ہے جو

تمام امور کو سمجھا کر بیان کرتی ہے۔ وہ کتاب مفصل ہے۔

مفصل ہونے کے علاوہ اس کتاب کی بنیادی خصوصیات یہ بھی ہیں

(۱) وَتَزَلُّنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ مَبْنِيًّا مَا يَكُنْ شَيْئًا (۱۶)

(اسے رسولؐ) ہم نے تیری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جو (دین سے متعلق) تمام باتوں کو واضح طور پر بیان کر دیتی ہے۔

یعنی قرآن مجید میں جو اصول و اقدا و احکام و قوانین دیئے گئے ہیں ان میں کسی قسم کا ابہام یا الجھاؤ نہیں۔ وہ بالکل واضح ہیں۔

(۲) تَقَرَّرَتْ كَلِمَتُهُ رَبِّكَ جِدُّنَا وَ عَدْلُنَا . لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ (۱۷)

تیرے رب کی باتیں (کلمات) صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئیں۔ اتمام کو پہنچ گئیں۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتا۔

اس آیت جلیلہ میں اسلام کے بنیادی اصول و واضح کر دیئے گئے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اسلام کے متعلق جو کچھ خدا نے کہنا عقادہ سب قرآن مجید میں کہہ دیا گیا ہے۔ وہ اس میں مکمل طور پر دے دیا گیا ہے۔ وہ اس میں اتمام تک پہنچ گیا ہے۔ دین کے متعلق کوئی بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ آگئی ہو۔ لہذا :-

(۱) قرآن مجید نامہ نامہ نہیں کہ کسی اور چیز کے اس کے ساتھ ملنے سے دین مکمل ہوگا۔

(ب) جو بات قرآن کریم میں نہیں، وہ الدین نہیں۔

دوسری بات اس آیت میں یہ بھی گئی ہے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ۔ یعنی جو کچھ قرآن مجید میں دیا گیا ہے وہ غیر متبدل ہے۔ اس میں کوئی بھی قسم کی تبدیلی کرنے کا حجاز نہیں۔ کسی کو اس کا اختصار نہیں۔ لہذا :-

(ج) غیر متبدل دین قرآن مجید کے اندر ہے۔

(د) جو کچھ قرآن مجید کے اندر نہیں، وہ غیر متبدل نہیں۔ اس میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ (اس کی وضاحت

آگے چل کر کی جائے گی کہ وہ کیا ہے جس میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے)

قرآن مجید کی اگلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔ ارشاد ہے :-

إِنَّا لَنَحْنُ مُنْزِلُوهُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (۱۸)

یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

یعنی یہ کتاب قیامت تک محفوظ رہے گی۔ بنا بریں جو کتاب (قرآن) امت کے پاس ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ پر نازل فرمایا تھا۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ

(۱) اسلام نامہ تمام امور کے فیصلے قرآن مجید کے مطابق کرنے کا۔

(۲) 'الدین یا الاسلام' قرآن مجید کے اندر مکمل طور پر دے دیا گیا ہے۔

(۳) قرآن مجید مکمل ہونے کے ساتھ غیر متبدل اور محفوظ بھی ہے۔ لہذا یہ قیامت تک کے لئے

دین کا مضبوط قرار پانے کا اہل ہے۔

(۲) اسلامی مملکت کسے کہتے ہیں

اسلامی مملکت وہ ہے جو ایسا نظام قائم کرے جس میں جملہ امور کے فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ اس سے دین کا تمکن ہوگا جو اسلامی مملکت (استخلاف فی الارض) کی غایت اور درجہ جواز ہے۔ قرآن مجید میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اسلامی مملکت کا مقصد یہ ہے کہ

وَلِيَجْزِيَ اللَّهُ ذِي النِّعَمِ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ . . . (۲۷)

تاکہ اس سے اس دین کا تمکن ہو جائے جسے خدا نے ان کے لئے منتخب کیا ہے
الدین کا تمکن اسلامی مملکت کی ذمہ داری اور غایت ہے۔

(۳) یہ مملکت کس کی ہوتی ہے

اسلامی مملکت کسی خاص فرد، گروہ یا جماعت کی نہیں ہوتی۔ یہ پوری امت کی ہوتی ہے۔
سورۃ النور کی جس آیت کا ایک حصہ اوپر درج کیا گیا ہے اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے :-
وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَاعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (۲۸)
خدا نے ان لوگوں سے جو ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کے پیکر ہوں، وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں استخلاف
فی الارض عطا کر دے گا۔

لہذا، استخلاف فی الارض ایمان اور اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ مملکت اس امت کو ملتی ہے جو ان اوصاف سے
متصف ہو۔

قرآن مجید نے اسلامی حکومت کا فریضہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" قرار دیا ہے یعنی ان امور کا حکم نافذ کرنا جنہیں
خدا نے صحیح قرار دیا ہے اور ان سے روکنا جنہیں اس نے غلط کہا ہے۔ اس نے یہ فریضہ پوری کی پوری امت کا قرار
دیا ہے جہاں کہا ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۹)

تم وہ بہترین امت ہو جسے نوری انسان کی بھلائی کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ تمہارا فریضہ امر بالمعروف
ونہی عن المنکر ہے۔

سورۃ الحج میں جملہ مومنین کے متعلق کہا ہے :-

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآتَوُا بِالْمَعْرُوفِ

وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ . . . (۳۰)

یہ وہ لوگ ہیں کہ خب انہیں زمین میں تمکن حاصل ہوگا تو یہ اقامت صلوٰۃ اور اتائے زکوٰۃ کا نظام
قائم کریں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مندریضہ سرانجام دیں گے۔

اس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ سورۃ التوبہ میں ہے :-

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاؤُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْعَدْلِ وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ... (پھر)
مومن مرد اور مومن عورتیں۔ سب ایک دوسرے کے دوست سازگار ہیں اور اسر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کافر لیفہ سر انجام دیتے ہیں۔

(۴) اسلامی مملکت میں قانون سازی کا اصول

اسلامی مملکت یا اسلامی نظام کے ضمن میں سب سے زیادہ اچھا، قانون سازی کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے۔
اس لئے اس گوشہ کا اچھی طرح سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں اس بنیادی حقیقت کا پیش نظر رکھنا
ضروری ہے کہ قرآن کریم بیشک مکمل ضابطہ حیات ہے لیکن اس نے (بجز چند احکام) دین کے اصول و اقدار
دئیے ہیں۔ نہ ان اصولوں کی جزئیات خود مدون کی ہیں اور نہ ہی وہ طریق کار متعین کیا ہے جس سے ان اصول و
اقدار کو نافذ کیا جائے گا۔ اس نے اسلامی مملکت پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ انہیں اپنے حالات کے مطابق خود
متعین کرے جس ضابطہ حیات کو تمام زمانوں اور تمام اقوام عالم کے لئے غیر متبدل ضابطہ قرار پانا تھا، اسے
ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اگر ان جزئیات اور طریق کار کو بھی قرآن کے اندر دریا جانا تو یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
غیر متبدل ہو جاتے اور ان پر عملدرآمد مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا۔ اصول و اقدار ہمیشہ کے لئے غیر متبدل قرار پا سکتے
ہیں بلکہ یوں کہیے کہ انہیں ہونا ہی ایسا چاہیے (لیکن ان اصولوں کو بروئے کار لانے کے طرق و اسالیب تو
زمانے کے تقاضوں اور حالات کے تغیرات کے مطابق بدلتے رہتے چاہئیں۔ قرآن کریم کی یہ انتہائی حکمت بالذ
ہے کہ اس نے اسلامی مملکت کے لئے یہی طریق کار تجویز کیا ہے۔ یہی ختم نبوت کا بھی تقاضا تھا۔ اس سلسلہ میں
اس نے کہا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَنَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا
عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ تَبْدَنَّ لَكُمْ (پھر)

اے جماعت مؤمنین! جن امور کے متعلق کتاب اللہ خاموش ہے ان کی بابت خواہ مخواہ سوالات نہ کیا
کرو۔ ابھی وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر تمہارے سوالات کے جواب میں، وحی کے ذریعے مزید احکام
دے دیئے گئے تو ان کا تمہارا تمہارے لئے دشوار ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا :-

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ (پھر)

اس سے پہلے ایک قوم (بنی اسرائیل) ایسی حماقت کر چکی ہے۔ اس نے خواہ مخواہ اپنے اوپر طرح طرح
کی پابندیاں عائد کر کے زندگی کو ناقابل برداشت زنجیروں میں جکڑ لیا اور جب انہیں نبیہا نہ سکے تو
(چونکہ وہ دین کی شکل اختیار کر چکی تھیں ۳۱ لئے) وہ سرے سے دین ہی سے برگشتہ ہو گئے۔

تم ایسا نہ کرنا۔ جن امور کے متعلق وحی خاموش ہے یہ ہیں کہ خدا ان کے متعلق (معاذ اللہ) ہدایات دینا بھول گیا ہے۔
قطعاً نہیں۔ اس نے دانہ ایسا کیا ہے۔ اس آئیہ جلیلہ کی تشریح نبی اکرمؐ نے اپنی ایک حدیث میں یوں فرمادی کہ

إِنَّ اللَّهَ قَرَضَ قَرْضًا فَلَا تَصْبِعُوهَا - فَحَرَّمَ مَحْرُومَاتٍ فَلَا تَنْتَهَكُوهُنَّهَا - وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُواهَا وَشَكَتَ عَنْ أَشْيَاءٍ مِمَّنْ غَيَّرَ نِسْيَانًا فَلَا تَبْخَشُوا عَنْهَا - اللہ تعالیٰ نے کچھ امور کو قرض قرار دیا ہے، انہیں ضائع مت کرو (ان کی پابندی کرو)۔ کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کے پاس نہ گناہ نہ پھٹو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور دیگر امور کے متعلق والستہ خاموشی اختیار کی ہے۔ ان کے متعلق کریمت کرو۔ (مشکوٰۃ کتاب تمسک بالقرآن والستہ - اردو ترجمہ - جلد اول - ص ۹۳)

(۵) مشاورت

سوال یہ ہے کہ قرآنی اصول و احکام کی یہ جزئیات اور اسلامی حکومت کے قیام کے طرق و اسالیب جنہیں قرآن مجید میں دانستہ نہیں دیا گیا، انہیں کس طرح مرتب کیا جائے گا کیونکہ ان کے بغیر اسلامی مملکت کا قیام ہی ممکن نہیں۔ قرآن مجید نے بتا دیا ہے کہ ان کا تعین اسلامی مملکت، امت کے باہمی مشورہ سے کرے گی۔ اس باب میں اس نے سب سے پہلے خود حضور نبی اکرمؐ سے فرمایا: دَسَّأَوْدُ هُمْ فِي الْأَمْرِ (۱۹۷) ”معالمانہ حکومت ان کے مشورے سے طے کیا کرو“ اس آیت میں ”ہُمْ“ (جمع غائب) کی ضمیر واضح کرتی ہے کہ اس مشاورت میں پوری کی پوری امت شریک ہوگی۔ چونکہ اسلامی مملکت کو حضورؐ کے بعد بھی قائم رہنا تھا اس لئے خود امت کے متعلق ارشاد ہوا کہ: وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ (۱۹۸)۔ ”ان کے امور مملکت ان کے باہمی مشورہ سے طے ہوں گے“ یہاں بھی ”أَمْرُهُمْ“ کی ضمیر نے واضح کر دیا کہ یہ حکومت پوری کی پوری امت کی ہوگی۔ اور ”بَيْنَهُمْ“ کی ضمیر نے بتا دیا کہ اس مشاورت میں پوری امت شریک ہوگی۔ اس مشاورت کی مشیئرہ کیا ہوگی اور اسے کس طرح متعین کیا جائے گا، قرآن کریم نے ان جزئیات کو بھی خود متعین نہیں کیا۔ اسے بھی اسلامی مملکت کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق انہیں خود متعین کرے۔ ان تصریحات سے حسب ذیل نکات واضح ہو جاتے ہیں۔

(۱) اسلامی مجلس مشاورت کے اختیارات غیر محدود نہیں ہوں گے۔ یہ قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے امور مملکت کے متعلق فیصلے کرے گی۔ یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جس سے اسلامی مشاورت، مغربی جمہوریت سے متمیز اور ممتاز ہو جاتی ہے۔ مغربی جمہوریت میں مجلس قوانین ساز کے اختیارات غیر محدود ہوتے ہیں۔ اسی کو سیکولر نظام حکومت کہا جاتا ہے۔

(۲) اسلامی مجلس مشاورت نہ قرآنی اصول و اقدار میں اضافہ کر سکے گی اور نہ ہی ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل۔ اضافہ اس لئے نہیں کیا جاسکے گا کہ یہ قرآن کے مکمل ہونے کے دعویٰ کے خلاف ہوگا۔ اور تغیر و تبدل اس لئے نہیں کیا جاسکے گا کہ یہ قرآن مجید کے دوسرے دعویٰ کے خلاف ہوگا جس میں اس نے کہا ہے کہ کلمات اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکے گا۔ اس مجلس کا فریضہ قرآنی اصول و اقدار کا نفاذ ہوگا۔

(۳) اسلامی مجلس مشاورت کے فیصلے غیر متبدل نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ غیر متبدل ہونے کی خصوصیت صرف کتاب اللہ کو حاصل ہے۔ اگر کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور قانون کو بھی تغیر متبدل تسلیم کیا جائے گا تو یہ اس

قانون کو قرآن کی مثل یا اس کا ہمسر قرار دینے کے مراد ہوگا۔ قرآنی اصول و قوانین ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گے اور ان کی حدود کے اندر اسلامی حکومتوں کے فیصلے قابل تغیر و تبدیل۔ اگر کسی زمانہ کی اسلامی حکومت کے فیصلوں کو ابدی (یعنی ہمیشہ کے لئے غیر متبدل) قرار دے دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے یہ قوانین قرآن کے ہم پایہ قرار پا جائیں گے، بلکہ قرآن مجید نے امت کو جو مشاورت کا حکم دیا ہے، اس حکومت کے بعد امت کے لئے مشاورت کے دروازے بند ہو جائیں گے اور یہ قرآنی نظام کے صریحاً خلاف ہے۔ قرآن کا مشاورت کا حکم ہمیشہ کارفرما رہنا چاہیے۔ اسی کو الفاظ دیگہ لہوں کہا جائے گا کہ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ لیکن یا اجتہاد حکومت کا فریضہ ہوگا۔ کسی فرد یا گروہ کو اس کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس اجتہاد کا نتیجہ قانون کی حیثیت اختیار کرے گا اور قانون سازی اور قانون کے نفاذ کا اختیار صرف مملکت کو ہوگا نہ کہ کسی فرد یا افراد کے گروہ کو۔

ہم نے جو کچھ اوپر کہا ہے یہ ہماری اختراع نہیں۔ متقدمین اور متاخرین کے جلیل القدر ائمہ تفسیر اور مفکرین نظام مملکت کی بھی یہی رائے ہے۔ پروفیز صاحب نے اپنی کتاب ”شاہکار رسالت“ میں اس کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔ ہم ان میں دو ایک درجہ ذیل کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ (بوحنیفہ) کے مسلک کی تشریح کرتے ہوئے بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے :-

ابو حوانہ نے بیان کیا کہ میں ایک روز ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک ایلی آئی۔ اس نے کہا کہ امیر نے پوچھا ہے کہ ایک آدمی نے شہد کا پتہ چھپتا ہوا لیا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے بلا تکیچا ہٹ کے جواب دیا کہ اس کی قیمت اگر دس درہم ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ ایلی چلا گیا تو میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ پھل پھلاری کی چوڑی میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ فوراً اس کی مدد کو پہنچو ورنہ اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بلا تکیچا ہٹ کے کہا کہ وہ حکم گزر چکا... اور ختم ہو چکا ہے۔ (بغدادی - جلد ۱۲ - صفحہ ۲۹)

بغدادی نے امام اعظمؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اگر نبیؐ مجھے پاتے اور میں آپ کو پاتا تو آپ میرے اکثر اقوال کو اختیار فرما لیتے۔ دین اس کے سوا کیا ہے کہ وہ ایک اچھی اور عمدہ رائے کا نام ہے۔ (ایضاً)۔

امام ابن قیمؒ نے اسے اور بھی واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :-

اللہ کی شریعت کا مقصود بندوں میں عمل و انصاف کا قیام ہے جس طریق سے عمل و انصاف قائم ہو جائے وہی دین ہوگا۔ اسے دین کے خلاف نہیں کہا جائے گا (الطریق الحکمیہ)

اس سوال کے جواب میں کہ کیا رسول اللہؐ کے صادر فرمودہ احکام اُنسی زمانے کے لئے تھے یا ہمیشہ کے لئے شاہ ولی اللہؒ (محدث دہلوی) اصولی طور پر لکھتے ہیں :-

پیغمبر کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم تیار کرتا ہے اور اسے ایک عالمگیر شریعت کے لئے بطور حمیہ استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوع انسان کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصولوں کا نفاذ اس قوم کی عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا

ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اسی طریق کار کی رو سے اس رسول کے احکام اس قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ان احکام کی ادائیگی بجائے تحویش مقصود بالذات نہیں ہوتی اس لئے انہیں آنے والی نسلوں پرین وین نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ (بجوالہ خطبات اقبالؒ خطبہ ششم)

یہ مقدمہ میں کی آراء تھیں۔ ہمارے زمانے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی (مرحوم) نے ان موضوعات پر بڑی کثرت سے لکھا ہے۔ ترجمان القرآن بابت نومبر ۱۹۷۹ء میں ان کی تحریر کے بعض اہم لمحات شائع ہوئے ہیں۔ وہ ان میں لکھتے ہیں :-

(۱) اس نظم کے مطابق حاکمیت (SOVEREIGNTY) صرف خدا کی ہے۔ قانون ساز (LAWGIVER) صرف خدا ہے۔ کوئی انسان بخواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو، بذات خود حکم دینے اور منع کرنے کا حقدار نہیں۔ نبی خود بھی اللہ کے حکم ہی کا پیرو ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

(۲) وہ قرآنی حدود کے متعلق لکھتے ہیں :-

یہ حدود زندگی کے ہر شعبے میں چند اصول، چند ضوابط اور چند قطعی احکام پر مشتمل ہیں جو اس شعبہ کے اعتدال و توازن کو برقرار رکھنے کے لئے لگائی گئی ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہے کہ یہ تمہاری آزادی کی آخری حدیں ہیں۔ ان کے اندر رہ کر تم اپنے برتاؤ کے لئے ضمنی اور فروری ضوابط (REGULATIONS) بنا سکتے ہو مگر ان حدود سے تجاوز کرنے کی تمہیں اجازت نہیں ہے۔ . . . اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ سے ایک ایسا مستقل، ناقابل تغیر و تبدل دستور (CONSTITUTION) بنا کر انسان کو دے دیا ہے جو اس کی راج آزادی کو سلب اور اس کی عقل و فکر کو محفل نہیں کرتا۔ . . . یہ حدیں انسان کے لئے زندگی کے سفر کا صحیح رخ معین کرتی ہیں اور ہر پہلو پر مقام ہر موڑ اور ہر دور ہے پر اسے بتاتی ہیں کہ سلامتی کا راستہ اس طرف ہے۔ (صفحہ ۱۱۲)

(۳) طریق مشاورت کے متعلق لکھتے ہیں :-

اسلامی مملکت میں صدر کا انتخاب عام لوگوں کی رضامندی پر منحصر ہے۔ . . . یہی بات کہ مسلمانوں کی پسند کیسے معلوم کی جائے تو اس کے لئے اسلام میں کوئی خاص طریقہ کار مقرر نہیں کر دیا گیا۔ حالات اور ضروریات کے لحاظ سے مختلف طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۳)



تصریحات بالا سے واضح ہے کہ نہ کسی زمانے کی اسلامی حکومت کے وضع کردہ احکام ابدی اور غیر متبدل قرار پاسکتے ہیں اور نہ ہی اس کا طریق کار غیر متغیر۔ ہمارے ہاں جس قدر الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں وہ اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے ہیں۔ اگر قرآن مجید کے اس اصل اصول کو بنیاد قرار دے لیا جائے تو نہ اسلامی مملکت اور حکومت کے قیام کے سلسلہ میں کوئی الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی قوانین سازی کے سلسلہ میں کوئی پیچیدگی یا دشواری۔ ہمارے ہاں ساری پیچیدگیاں اور دشواریاں اس لئے پیدا ہو رہی ہیں کہ ہم خارج از قرآن احکام و ضوابط کو ابدی اور غیر متبدل سمجھ کر، انہیں بعینہ اپنے ہاں نافذ کرنا چاہتے ہیں اور صدر اقل کی اسلامی حکومت کی شکل و صورت کو دائمی تصور کر کے، اس کی ہو ہو حکومت یہاں قائم کرنا چاہتے۔ یہ دونوں تصورات قرآن کریم کی منشاء کے خلاف

بھی ہیں اور ناممکن العمل بھی۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ ہمارے ہاں کی عدلیہ بھی اس تحقیق میں مصروف ہے کہ معلوم کیا جائے کہ صدر اقل کے نظام حکومت کا نقشہ کیا تھا۔ وہ صدر اقل کے نظام حکومت کے نقشے کے متعلق تو مصروف تحقیق ہیں لیکن انہوں نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ صدر اقل میں نظام عدل کا نقشہ کیا تھا؟ سوال یہ ہے کہ اگر کسی طور پر معلوم بھی ہو جائے کہ اس زمانے میں نظام عدل کا نقشہ کیا تھا، تو کیا وہی نظام موجودہ زمانے کی ضروریات کو پورا کر سکے گا؟ جہاں تک اس دور کے نظام مملکت کے نقشہ کا تعلق ہے، اس کی تحقیق کا ذریعہ لامحالہ ہماری تدریج ہے۔ اور ہماری تاریخ میں جو کچھ ملتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ کسی صورت قابل اعتماد قرار نہیں پا سکتا بلکہ ایسا ہے کہ اسے غروں کے سامنے پیش کرتے وقت عدمت کے بارے ہمارے نگاہیں زمین میں گر جاتی ہیں۔ غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کے خلاف جس قدر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کی بنیاد یہی وضعی روایات اور افسانوی تاریخ ہے۔ گنجائش ہوتی تو ہم اسے تفصیل سے پیش کرتے۔ مردست صرف ایک واقعہ کے متعلق تاریخی بیانات درج کرنے پر کفایت کرتے ہیں۔ (مزید تفصیل پر تیز صاحب کی تصنیف شاہکار رسالت میں ملے گی)۔ وہ واقعہ ہے نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب سے متعلق۔ (ظاہر ہے کہ ہماری تاریخ میں اس سے زیادہ اہم واقعہ کوئی اور نہیں سکتا)۔ ہمارے ہاں حسب پہلی بسوط تاریخ طبری کی ہے۔ اچوتیسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی تھی)۔ اس میں تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے انصار کا ایک اجتماع، سقیفہ بنی ساعدہ میں منعقد ہوا جس میں حضرت سعد بن عبادہؓ کو خلافت کے لئے بطور امید وار کھڑا کیا گیا۔ دوسری طرف سے ہاجرین آگئے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے بالمقابل سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں کی طرف سے جو تقاریر ہوئیں ان کے درج کرنے کی گنجائش نہیں جب لوگ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر رہے تھے، اس وقت کا نقشہ طبری نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

سابقہ روایت کے سلسلہ سے عبداللہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ اب ہر طرف سے لوگ آ کر ابو بکرؓ کی بیعت کرنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ سعدؓ کو روند ڈالتے۔ اس پر سعدؓ کے کسی آدمی نے کہا کہ سعدؓ کو بچاؤ۔ ان کو نہ روند و عمرؓ نے کہا۔ اللہ اے ہلاک کرے۔ اس کو قتل کر دو اور خود ان کے سر ہانے آکر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں تم کو روند کر ہلاک کر دوں۔ سعدؓ نے عمرؓ کی داڑھی پکڑ لی۔ عمرؓ نے کہا۔ چھوڑو! اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہو تو تمہارے منہ میں ایک دانت نہ رہے گا۔ ابو بکرؓ نے کہا عمرؓ! خاموش رہو۔ اس موقع پر نرمی برتنا زیادہ سودمند ہے۔ عمرؓ نے سعدؓ کا پیچھا چھوڑ دیا۔ سعدؓ نے کہا۔ اگر مجھ میں اٹھنے کی بھی طاقت ہوتی تو میں تمام مینے کی گلی کوچوں کو اپنے حامیوں سے بھر دیتا کہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے جوش و خروش جاتے رہتے۔ اور بخدا اس وقت میں تم کو ایسی قوم کے حوالے کر دیتا جو میری بات نہ مانتے، بلکہ میں ان کا اتباع کرتا۔ اچھا اب مجھے یہاں سے اٹھ لے چلو۔ ان کے آدمیوں نے ان کو اٹھا کر ان کے گھوڑے پہنچا دیا۔ چند روز ان سے تعارض نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ان سے کہلا بھیجا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے۔ تم بھی آکر بیعت کر لو۔ سعدؓ نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تاؤ قلیکہ میں تمہارے مقابلہ میں اپنا ترکش خالی نہ کر دوں۔ اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگیں نہ کر لوں۔ اور اپنی تلوار سے جس پر میرا پس چلے، وار نہ کر لوں۔ اور اپنے خاندان اور قوم کے ان افراد کے ساتھ جو میرا ساتھ دیں تم سے نہ لڑوں، ہرگز

بیعت نہ کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر انسانوں کے ساتھ جن بھی تمہارے ساتھ ہو جائیں، تب بھی جب تک میں اپنے معاملے کو اپنے رب کے سامنے پیش نہ کر لوں، بیعت نہیں کروں گا۔
 آثارِ بخ طبری۔ جلد اول حصہ چہارم۔ اردو ترجمہ۔ شائع کردہ: جامعہ عثمانیہ، بھارت شاہکار ریسٹوریشن ۲۰۰۵ء
 اس سے ایک صفحہ آگے ہے:-

فتحاک بن خلیفہ سے مروی ہے کہ امارت کے انتخاب کے موقع پر جناب بن المنذر نے کھڑے ہو کر تلوار نکالی اور کہا کہ میں ابھی اس کا تعفیہ کر دیتا ہوں۔ میں شیرموں اور شیر کی کھوہ میں ہوں اور شیر کا بیٹا ہوں۔ عمر نے اس پر حملہ کیا اس کے ہاتھ پر وار کیا۔ تلوار گر پڑی۔ عمر نے اسے اٹھایا۔ اور پھر سجدہ پر چھلٹے۔ اب سب باری باری اگر بیعت کی۔ سجدہ بھی بیعت کی۔ اس وقت عہد جاہلیت کا سامنظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ ابو بکرؓ اس سے دور رہے۔ جس وقت سجدہ پر لوگ چڑھ گئے۔ کسی نے کہا کہ تم لوگوں نے سجدہ کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا۔ اللہ اسے ہلاک کرے۔ یہ منافق ہے۔ عمرؓ کی تلوار کے سامنے ایک چھرا گیا اور ان کی ضرب سے وہ قطع ہو گیا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ (حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہوئے پر) دوسرے امیدوار حضرت سعدؓ مذکورہ کی امامت میں نماز پڑھتے تھے اور نہ جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ حج میں بھی مناسک حج ان کے ساتھ ادا نہیں کرتے تھے۔ ابو بکرؓ کے انتقال تک ان کی یہی روش رہی (طبری ص ۷۰)

طبری تو تاریخ کی کتاب ہے۔ احادیث کا صحیح ترین مجموعہ بخاری کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکرؓ سے خلافت کی بیعت نہیں کی۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد بیعت کی۔ اس لئے کہ بخاری کے الفاظ میں (جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہیں لوگوں کی نگاہوں میں حضرت علیؓ کا ایک خاص وقار رہا۔ لیکن جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے اب بدل گئے ہیں تو اب انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے صلح کر لینے اور بیعت کرنے کی خواہش کی۔ ان چھ ماہ تک انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ (بخاری کتاب المغازی)

ہم پوچھنا چاہتے ہیں ان دانشورین قوم سے جو تاریخ کی رو سے صدر اقل کے اسلامی نظام کا نقشہ مرتب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں کہ کیا آپ اپنے ہاں اس قسم کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جس کی تصویر تاریخ اور روایات میں پیش کی گئی ہے؟ یاد رکھئے کہ ہماری تاریخ بیشتر وضعی ہے اور قطعاً اس قابل نہیں کہ اسے قابل اعتماد قرار دیا جاسکے۔ صدر اقل کے متعلق اس کے وہی چھتے قابل اعتماد قرار پاسکتے ہیں جو اصولی طور پر قرآن کے مطابق ہوں۔

صدر اقل کے بعد مسلمانوں میں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت اسے بالفاظ صحیح قرآنی حکومت کہنا چاہیے کہیں قائم نہیں ہوئی۔ حوصلہ خط پاکستان وہ پہلی کوشش تھی جو اس مقصد کے لئے کی گئی۔ ہمارے ہاتھ میں شکلات اس لئے حاصل ہو رہی ہیں کہ اسلامی مملکت کا جو تصور قرآن کریم نے پیش کیا ہے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اور اس ضمن میں جو کچھ ہم نے سامنے لایا جاتا ہے وہ مسلمانوں کی حکومتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اسلامی حکومت اُسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جب ہم قرآنی تھریٹیاں اس کی بنیاد قرار دیں۔

لیکن یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی ایک اہم بات باقی رہ جاتی ہے۔ ہمارے ذہن میں کچھ ایسا ہے کہ جو نبی ہم نے اسلامی نظام کے مطابق حکومت قائم کر لی، وہ انسانیت ساز، خوشگوار نتائج خود بخود برآمد ہونے لگ جائیں گے جنہیں قرآن نے

ارضی حیثیت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تصور صحیح نہیں۔ اسلامی نظام یا اسلامی حکومت ایسا خود کار (GENERATOR) نہیں کہ جنہی ہم نے اسے نصب کرنے کے بعد اس کا بن دیا یا، اس سے وہ بجلی پیدا ہونا شروع ہو جائے گی جس سے ہمارے جادو زندگی کا ہر پرندہ حرکت میں آجائے گا۔ اسلامی نظام ان انسانوں کے ہاتھوں قائم ہوتا اور اپنے نتائج مرتب کرتا ہے جنہیں قرآن مومن کہہ کر پکارتا ہے اور ان کی خصوصیات تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر، یہ نظام خدا کی طرف سے متعین ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ ان خصوصیات کے حامل انسان (مومنین) اس کے ذریعے عالمگیر انسانیت کی منفعت کا سامان مہیا کر سکیں۔ اگر وہ (مومنین کی) جماعت نہیں ہوگی تو اسلامی نظام کو میکا کی طور پر قائم کرنے سے وہ نتائج مرتب نہیں ہو سکیں گے اسے ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ آپ نے ہاکی کا میدان دیکھا ہے۔ اسے مختلف حدود اور ضوابط کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ میدان مقصود بالذات نہیں ہوتا۔ اسے اس مقصد کے لئے تیار کیا جاتا ہے کہ ہاکی کے کھلاڑی اس کے اندر اپنے جوہروں کی نمود کر سکیں۔ اب آپ ذرا تصور میں لائیے اس قوم کو کہ وہ ہاکی کے میدان کے متعلق بحث و تجویس میں تو مصروف رہے کہ اس کی فلاں لائن کتنی لمبی ہونی چاہیے اور فلاں زاویہ کس درجے کا۔ اس کی (D) کی پیمائش کیا ہو اور گول کی وسعت کس قدر۔ وہ ان تفصیلات کے طے کرنے میں اپنی ساری کوشش ضائع کر دے اور اس میں نوبت جھگڑے اور فسادات تک بھی آجائے، لیکن ہاکی کے کھلاڑی تیار کرنے کا کوئی خیال نہ کرے سو چھٹے کہ اگر ان کا ہاکی کا میدان ہاکی کے قواعد و ضوابط کے مطابق تیار بھی ہو جائے تو اس سے انہیں فائدہ کیا حاصل ہو گا؟

سوجو قوم؟ اسلامی نظام کی جزئیات و تفصیلات کے متعلق کچھ گھبراہٹ، لیکن ان افراد کو تیار کرنے کی کوئی فکر نہ کرے جنہوں نے اس نظام کو قائم کرنا، چلانا اور اس سے انسانیت ساز نتائج برآمد کرنا ہے، اس کی مثال اس قوم کی سی ہے جو دن رات ہاکی کا میدان تیار کرنے کی کوششیں میں لگی رہے اور ان کے ہاں ہاکی کی ٹیم ایک بھی نہ ہو، یاد رکھیے، قرآن نے جب یہ نظام عطا کیا تھا تو سب سے پہلے وہ قوم تیار کی تھی جس نے اس نظام کو چلانا تھا۔ کَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا... (پہلے)۔ اس طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمت بنا دیا یہ بہترین اُمت ان افراد پر مشتمل تھی جنہیں قرآن مومن کہہ کر پکارتا ہے۔ پھر اسے بھی دین میں رکھنے کہ نہ کوئی شخص عہد رسالت قبل میں پیدا نہ ہو، نہ اب مومن پیدا ہوتا ہے۔ مومن بنتا ہے۔ بلکہ یوں کہنے کے مومن بنایا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم نے جس طریق سے مومن بنائے تھے اس سے متعلق کہا گیا ہے کہ یَعْلَمُہُ الْکِتَابُ وَ الْحِکْمَةُ۔ وہ انہیں کتاب اللہ کی تعلیم اس طرح دیتا تھا کہ اس کے مقاصد اور مصالح عقل و بصیرت کی روش سے ان کے ذہن نشین ہو جائیں۔ وَ یُزَکِّیہُ۔ اور اس طرح مناسب تربیت اور ماحول سے ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کرتا تھا۔ اس معلم کی پاکیزہ سیرت اور بلند اخلاق بطور نمونہ (اسوہ حسنہ) ان کے سامنے تھے۔ وہ اس طرح اس قابل ہو گئے تھے کہ اس نظام کے مطلوبہ نتائج برآمد کر سکیں۔ یہ تھا مناسب تعلیم و تربیت کے ذریعے، ہماری نئی نسل کے قلب و دماغ کو مومنانہ قالب میں ڈھانے کا وہ طریق جسے طواریع اسلام، تشکیل پاکستان کے روزِ اوّل سے قوم کے سامنے پیش کرتا چلا آ رہا ہے۔ اگر قوم اس طرف توجہ دیتی تو یہاں صحیح اسلامی نظام کبھی قائم ہو چکا ہوتا۔ لیکن اب بھی قوم ہاکی کی ٹیم تیار کرنے کے بجائے ہاکی کے میدان کا حوصلہ و عرض متعین کرنے کی بجائے میں مصروف جہاد ہے یہ اس سے جو نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے، ظاہر ہے۔

تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ سیرت و اخلاق سے "مومن سادی"۔ یہ ہے اسلامی مملکت کے قیام کی اولیں اور لایفک شرط۔